پرائز بانڈ سے متعلق علامہ غلام رسول سعیدیؒ کے نظریات کا تنقیدی جائزہ

(A Critical Analysis of Allāma Ghulām Rasūl Sa′edi about Prize Bond)

سعیدہ خانم *

ڈاکٹر محمد عابد ندیم **

ABSTRACT

Islam is not only universal in its nature but also dynamic regarding the ever emerging issues of this temporal world. The principle of movement is embedded within its teachings. Islamic scholars, since the very first day are busy in addressing the emerging difficulties in various facets of life. Since the very first day, the scholars are busy in addressing the challenges of the changing scenario of the world. Prize bonds are considered to be a support to the economy of a country. But the question of its legitimacy in view of Islamic teachings is under discussion. Various scholars have opined on the issue. Allama Ghulām Rasūl Saīdī has also given weightage to the issue in his writings. In this article, his views regarding the issue will be analyzed.

Key Words: *Prize Bond, Ribā, Qumār, Inflation, Prize Money, Customer.*

عہدِ حاضر کے نامور اور معتبر عالم علامہ غلام رسول سعیدی (۱۹۳۷ء۔۲۰۱۶ء) کا شمار ان عظیم علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے علم و حکمت، تحقیق، تصنیف و تالیف، تدریس و خطابت کے ذریعے اپنا لوہا منوایا۔ لوگوں کو متاثر کیا اور دین اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ علامہ سعیدی کو اگر موجودہ صدی کا عظیم محدث کہا جائے تو یہ غلط نہ ہو گا ان کی عظیم الشان شروح صحیح مسلم اور الباری شرح صحیح بخاری ہیں جن کا کوئی ثانی نہیں اور اردو زبان میں ان کے پائے کی کوئی اور شرح نہیں۔ قرآن پاک کی فقید المثال تفسیر تبیان القرآن جیسی شہرہ آفاق تصنیف بھی آپ کے رشحات قلم سے ہے۔

علامہ سعیدی کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنی تصنیفات میں انسان کو درپیش مسائل پر روشنی ڈالی جائے۔ ان کی کوئی بھی تالیف دیکھ لی جائے اس میں انسان کو درپیش مسائل کے متعلق مباحث ملتی ہیں۔ علامہ صاحب نے معاشی مسئلہ کو اہم جانتے ہوئے اپنی تالیفات میں معاشی مسائل پر خوب روشنی ڈالی ہے۔

علامہ سعیدی ایک زیرک انسان تھے اور دور جدید کے تقاضوں سے واقفیت کی وجہ سے انہوں نے اپنی تالیفات میں ان مسائل کو اجاگر کیا جو جدید دور میں بہت اہمیت کے حامل تھے۔ آپ نے فرقہ واریت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے

---

* ایم فل سکالر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، جی۔ سی یونیورسٹی، لاہور۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، جی۔ سی یونیورسٹی، لاہور۔

ان مسائل کا حل شریعت کی روشنی میں تلاش کرنے کی کوشش کی اور بڑی حد تک اس میں کامیاب بھی ہوئے یہی وجہ ہے کہ اپنے ہم عصر علماء کرام میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ آپ کی بیان کردہ معاشی مباحث میں ایک اہم بحث انعامی بانڈ سے متعلق ہے۔ اس کے متعلق دو نظریات ہیں ایک تو یہ کہ اس میں سود ہے اور قمار کی روح کی وجہ سے یہ ناجائز ہے جبکہ دوسرا نظریہ اس کے الٹ ہے کہ یہ سود اور قمار نہیں ہے اور یہ ہر لحاظ سے جائز ہیں۔ علامہ سعیدی اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

انعامی بانڈز (Prize Bonds)

حکومت معاشرے میں افراطِ زر کو کنٹرول کرنے کے لیے کئی ایک اقدامات کرتی ہے کہ روپیہ لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر حکومت کے پاس آجائے۔ انہی اقدامات میں ایک قدم پرائز بانڈ کا بھی ہے۔ حکومت پاکستان نے بھی سو، دو سو، سات سو پچاس، ایک ہزار پانچ سو، سات ہزار پانچ سو، پندرہ ہزار، پچیس ہزار اور چالیس ہزار کے بانڈ جاری کیے ہوئے ہیں۔ جن کے بدلے میں حکومت کے مہیا کردہ شیڈول کے مطابق قرعہ اندازی ہوتی ہے اور بارہ سو روپے سے لیکر سات کڑور روپے تک کے انعامات بانٹے جاتے ہیں۔

حکومت کے انعامی بانڈ اسٹیٹ بنک جاری کرتا ہے۔ ان بانڈز کو جب چاہیں خرید ا اور بیچا جا سکتا ہے اگر کوئی بانڈ سو روپے کا ہے تو یہ سو روپے کا ہی خرید ا اور بیچا جائے گا۔ اگر کسی شخص کا انعام بارہ سو روپے نکلتا ہے تو اسے بارہ سو روپے ملیں گے اور اس جیتے ہوئے بانڈ کو بنک واپس رکھ کر سو روپے واپس دے دیتا ہے لیکن اگر کسی کا انعام نہیں نکلا تو اس کے سو روپے محفوظ ہیں وہ جب تک چاہے اس بانڈ کو اپنی پاس رکھ سکتا ہے یا جب چاہے اسی قیمت پر بیچ بھی سکتا ہے۔

انعامی بانڈ تاریخ کے آئینے میں:

برصغیر میں پہلے انعامی بانڈ کا اجراء ۱۵ جنوری ۱۹۴۴ءمیں کیا گیا جس کی مالیت دس روپے اور سو روپے تھی۔ وہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۹ء کے بعد کسی بھی تاریخ کو کیش کروائے جاسکتے تھے۔ انھیں "پانچ سالہ غیر سودی بانڈ ۱۹۴۹ء" کہا جاتا تھا۔ برصغیر کی علیحد گی کے بعد اکتوبر ۱۹۶۰ء کو Central Directorate Of National Saving (CDNS) نے دس روپے کا پاکستان کا پہلا غیر سودی " قومی انعامی بانڈ" بنایا۔ اس وقت کے وزیر جنرل کے۔ ایم۔ شیخ نے انعامی بانڈ کا اجراء کیا اور پہلا بانڈ خرید ا۔ بعد میں پانچ، گیارہ، پچاس، سو، ہزار، پانچ ہزار، دس ہزار اور پچیس ہزار روپے کے پرائز بانڈ نکالے گئے۔ ہر انعامی بانڈ کی قرعہ اندازی ہر تین ماہ بعد کی جاتی اور پہلے انعامی بانڈ کی قرعہ اندازی جنوری ۱۹۶۱ء میں کی گئی۔ ابتدائی قرعہ اندازی کے لیے روایتی ڈھول کا استعمال کیا گیا لیکن بعد میں سلاٹ (Slot) سے ملتی جلتی مشینوں کو باہر کے ملکوں سے منگوا کر انھیں قرعہ اندازی کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ انعامی بانڈ کی قرعہ اندازی قرعہ اندازی کمیٹی، چیئرمین سینیئر گورنمنٹ آفیسر، اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ارکان اور CDNS کی زیرِ نگرانی کروائی جاتی۔[1]

علامہ سعیدی کا نظریہ:

علامہ سعیدی کا نظریہ ہے کہ انعامی بانڈ کی بیع جائز ہے اور حکومت کی طرف سے اس کو خریدنے کی ترغیب کے لیے جو انعام جاری کیا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے کیونکہ اس انعام پر ربوٰ یا قمار کی تعریف صادق نہیں آتی۔[۲]

اس بحث کو آگے بڑھانے سے قبل سود کے متعلق جانتے ہیں کہ سود کیا ہے؟

ربوٰ یا سود:

سود کو عربی میں ربٰو / ربا کہتے ہیں۔ ربٰو سے مراد معینہ مدت کے قرض پر وہ اضافی مالی رقم ہے جس کا مطالبہ قرض خواہ مقروض سے کرتا ہے اور یہ شرح پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے۔" سود فاضل یا زائد مال ہے جو بلا عوض ہو جیسے ایک آدمی نے دس درہم گیارہ کے عوض فروخت کیے تو یہ ایک درہم زائد ہے اور اگر اس کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ہے تو یہ خالص سود ہے"۔[۳]

ربوٰ کی اقسام

ربوٰ کی دو بڑی اقسام ہیں

1. ربوٰ النسیئہ
2. ربوٰ الفضل

ربوٰ النسیئہ

ربا النسیئہ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور متعارف تھا کیونکہ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ اس کے عوض ہر ماہ ایک قدر متعین کیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی پھر جب مدت پوری ہو جاتی تو قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اگر اس پر ادا کرنا دشوار ہوتا تو قرض خواہ مدت بڑھا دیتا اور سود زیادہ کر دیتا۔[۴]

ربوٰ الفضل

ربوٰ الفضل کو ربوٰ الحدیث بھی کہتے ہیں۔ ربوٰ الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو مثلاً چار کلو گرام گندم کو نقد آٹھ کلو گرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے۔ ربوٰ الفضل کن چیزوں میں ہے اس میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔[۵]

فقہاء میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ ربا الفضل کو' ربا النسیئہ تک پہنچانے کے ذریعے کے طور پر' حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور ربا النسیئہ صرف قرض کی صورت میں واقع ہوتا ہے' جب کہ ربا الفضل خرید و فروخت اور ان اشیاء کے تبادلے میں واقع ہوتا ہے جو کہ ربوی اشیاء کہلاتی ہیں۔ یہ تبادلہ چاہے کچھ وقت کے فرق کے ساتھ یا مقدار کی زیادتی کے

ساتھ ہو؟مثلاً یہ کہ کسی ربوی شے کا اس شے کی زیادہ مقدار کے ساتھ دست بدست تبادلہ کیا جائے جیسا کہ ایک کلو سونے کا ڈیڑھ کلو سونے کے ساتھ دست بدست تبادلہ کیا جائے تو یہ ربا الفضل کہلائے گا۔ یا ایک کلو سونے کو ڈیڑھ کلو سونے سے قبضے میں تاخیر کے ساتھ تبادلہ کیا جائے تو یہ ربا النسیئہ کہلائے گا۔ اس لئے ربوی اشیاء میں فوری قبضہ اور مقدار میں برابری لازمی شرط ہے۔٦

انعامی بانڈ کو سود قرار دینے والوں کا ردّ:

☆ علامہ سعیدی نے مولانا مودودی کا نظریہ کو رد کیا کہ انعامی بانڈ کی خریداری کو قرض قرار دیا ہے کہ حکومت عوام سے قرض لیتی ہے۔ اور اس کا سود جمع کر کے قرعہ اندازی کے ذریعہ لوگوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔٧

علامہ سعیدی اس مؤقف کی تردید کے لئے مختلف دلائل دیتے ہیں کہ یہ ایک مفروضہ ہے حکومت نے ایسا کوئی اعلان نہیں کیا اور نہ ہی اسٹیٹ بینک میں الگ الگ خانے بنے ہوئے ہیں کہ فلاں خانہ میں بانڈز کے سود کی رقم پڑی ہوئی ہے اور اس میں سے انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اسٹیٹ بینک کے ڈپازٹ میں جو رقم ہے اس میں سود کی آمیزش ہے اور اسی رقم سے انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں تو پھر سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بھی اسی رقم سے دی جاتی ہیں وہ بھی ناجائز ہونی چاہئیں بلکہ اسٹیٹ بینک یا کسی بھی بینک سے جو بھی رقم نکالی جائے گی وہ ناجائز ہو گی کیونکہ ہر بینک سودی کاروبار کرتا ہے۔٨

علامہ سعیدی نے اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ انعامی بانڈ فروخت کرنے والی حکومت ہے۔ انعامی بانڈ کی بیع و شراء کا حکومت ایک فریق ہے بینک صرف واسطہ ہے ۔ حکومت انعامی بانڈ کو بینک کے ذریعے فروخت کرتی ہے اور حکومت لوگوں سے انعامی بانڈ یا دوسرے ذرائع سے جو روپیہ حاصل کرتی ہے اس کو وہ اپنے منصوبہ جات اور اخراجات پر خرچ کرتی ہے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ حکومت اس روپیہ کو کسی جائز کام میں نہیں لگائے گی یہ ڈیم بنانے یا کسی اور نفع آور اسکیم پر خرچ کیا جا سکتا ہے اور اس روپیہ سے حصص کی خریداری بھی ہو سکتی ہے یا کوئی مل یا کارخانہ بنایا جا سکتا ہے۔٩

☆ علامہ سعیدیؒ نے انعامی بانڈ کو جائز قرار دیتے ہوئے مفتی تقی عثمانی کے دلائل کو ردّ کیا ہے۔ مفتی تقی عثمانی کا مؤقف ہے کہ " اس بانڈ کے معنی ہوتے ہیں کہ حکومت کو قرض دینا' حکومت کو اپنے منصوبوں کے لئے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے تو عوام سے پیسے قرض لیتی ہے اور قرض کی رسید کے طور پر بانڈز جاری کر دیتی ہے۔ تو اب کسی نے بانڈ لیا اس کے اوپر نمبر پڑا ہوا ہے۔ اب کسی وقت قرعہ اندازی کے ذریعے کچھ نمبروں کو انعامات دیے جاتے ہیں کسی کو دس ہزار کسی کو بیس ہزار اور کسی کو ایک لاکھ انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ یہاں صورتحال یہ ہے کہ قرضہ کی رقم جو

سو روپے ہے وہ تو محفوظ ہے۔ یعنی وہ تو حکومت ادا کرنے کی پابند ہے لیکن ساتھ میں انعام بھی دیا گیا جس شخص کا نام نکل آئے گا اس کو ہم تبرعًا پیسے دیں گے۔"

مزید وضاحت کرتے ہوئے مفتی تقی عثمانی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کے نزدیک کیونکہ جتنے پیسے دیے ہیں وہ ہر حال میں مل جائیں گے چاہے انعام نکلے یا نہ نکلے لہٰذا یہ قمار نہیں ہے اور جب قمار نہیں ہے تو یہ جائز ہو گیا۔ لیکن یہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ اگرچہ قمار بذات خود نہیں ہے لیکن اس میں ربوٰا ہے اس لئے کہ اگر اس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا ہے تو اس کو سو روپے کے عوض میں ایک لاکھ ایک سو روپے ملیں گے۔ ۱۰؎

علامہ سعیدیؒ ان کی اس دلیل کا رڈ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> "شیخ تقی عثمانی کی یہ دلیل غلط ہے سود قرعہ اندازی کے ذریعے نہیں دیا جاتا بلکہ شرح سود عقد میں متعین ہوتی ہے کہ اتنی رقم کی بیع یا اتنی رقم کے قرض پر اتنے فیصد کے حساب سے سود دیا جائے گا اور یہ بالکل واضح ہے۔"۱۱؎

علامہ سعیدی کے نزدیک انعامی بانڈز قرض نہیں بلکہ خرید و فروخت ہے۔ دوسرا اس کے لین دین میں مدت کا تعین نہیں اور خریدار جب چاہے خریدے اور جب چاہے بغیر کسی نقصان یا زیادتی کے بینک کو واپس کر سکتا ہے۔ ۱۲؎ اگر انعامی بانڈ کو مال کہا جائے تو بھی یہ غلط نہ ہو گا احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک مال کے معنٰی یہ ہیں کہ جس کی طرف طبیعت میل کرے اور حاجت کیلئے اٹھا رکھنے کے قابل ہو اور زمانہ مستقبل کی ضرورتوں کے لئے اس کو ذخیرہ کیا جا سکے۔ ۱۳؎

انعامی بانڈ شرط کے مترادف نہیں

☆ مفتی تقی عثمانی نے انعامی بانڈز کے سود ہونے کی وجہ ایسے بیان کی ہے کہ اگرچہ انفرادی طور سے ہر شخص کے ساتھ زیادتی کا معاہدہ مشروط نہیں لیکن مجموعہ مقرضین (قرض دینے والوں) کے ساتھ یہ معاملہ طے ہے کہ ہر ایک کی قرعہ اندازی کریں گے اور جن کا قرعہ نکل آئے گا ان کو انعام دیا جائے گا تو اگرچہ انفرادی طور پر ہر شخص کے ساتھ زیادتی مشروط نہیں لیکن اجتماعی طور پر جتنے بھی بانڈ خریدنے والے ہیں یا بانڈ لینے والے ہیں وہ مقرضین ہیں اور اجتماعی طور پر سب سے یہ معاہدہ کر لیا گیا کہ ہم قرعہ اندازی کر کے پھر انعام تقسیم کریں گے لہٰذا اگر کسی وجہ سے حکومت قرعہ اندازی نہیں کرتی تو ہر بانڈ ہولڈر کو جس کے پاس بانڈ ہے اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت جا کر کہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم قرعہ اندازی کریں گے۔ اس لئے قرعہ اندازی کروائیں۔ کیونکہ مقرضین کو مطالبہ کا حق حاصل ہو گیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ معاملہ مشروط ہو گیا البتہ فرق یہ ہے کہ یہ مشروط انفرادی طور سے نہیں بلکہ اجتماعی طور سے ہے اور بجائے انفرادی سود ادا کرنے کے اجتماعی سود کی قرعہ اندازی کر کے دیتے ہیں۔ ۱۴؎

☆ اس ضمن میں جامعہ بنوریہ کا فتویٰ درج ذیل ہے۔

"واضح ہو کہ مذکورہ پرائز بانڈز خریدنے پر حکومت کو جو رقم دی جاتی ہے۔ فقہی تکییف کے لحاظ سے یہ رقم حکومت کے ذمہ قرض اور دین ہوتی ہے۔ جبکہ قرض پر ہر قسم کا مشروط نفع لینا و دینا سود ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز و حرام ہے' جس پر قرآن و احادیث مبارکہ میں سخت وعیدیں وارد ہوئیں ہیں۔ اس لئے اس سے بہتر صورت احتراز لازم ہے۔ چنانچہ صورت مسئولہ میں حامل بانڈ کو سالانہ ڈیڑھ فیصد نفع یا ہر چار ماہ بعد قرعہ اندازی کے ذریعے انعام تقسیم کرنا قرض پر مشروط زیادتی ہے جس کا لینا دینا دونوں حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ تاہم اگر کسی نے لاعلمی میں نفع یا انعام کی رقم وصول کرلی ہو تو مذکورہ رقم اپنے استعمال میں لانا یا کسی اور کو دینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ بلکہ اس رقم کو اصل مالک تک پہنچانا لازم ہے اگر یہ ممکن نہ ہو' جیسا کہ اس صورت میں ہے۔ تو ایسی صورت میں ثواب کی نیت کیے بغیر اصل مالک کی طرف سے فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے۔" ۱۵

علامہ سعیدی کے نزدیک انعامی بانڈ میں کسی سود یا قمار کا کوئی شائبہ نہیں ہے البتہ کسی کو یہ خدشہ ہو کہ بانڈز کی خریداری سے جو حکومت کو پیسہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ تمام خریداروں میں تقسیم کرنا چاہئے صرف چند خریداروں میں قرعہ اندازی کے ذریعہ انعامات تقسیم کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ لیکن یہ خدشہ اس لئے ساقط ہے کہ خریداروں میں قرعہ اندازی کے ذریعہ انعامات تقسیم کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ لیکن یہ خدشہ اس لئے ساقط ہے کہ خریداروں نے حکومت کے ساتھ کوئی عقد شراکت نہیں کیا انہوں نے صرف بانڈز کا عقد کیا ہے۔ اور یہ انعام کی رقم حکومت ترغیب اور تشویق کی خاطر محض تبرعاً انعامات کی تقسیم کرتی ہے۔ ۱۶

☆ دیوبندی مکتب فکر کے شیخ مزمل حسن نے فتویٰ میں اس بات کو اجاگر کیا ہے کہ فقہ کا ایک اصول ہے "المعروف کالمشروط" کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے۔ جو چیز لوگوں میں عام رائج ہو اور پہلے سے ذہنوں میں طے شدہ ہو وہ ایسی ہے جیسے کہ زبانی شرط لگانا۔ چنانچہ اس صورت میں اگرچہ انعامی بانڈ لینے والے اس پر سود کی شرط نہیں لگاتے لیکن ہر انعامی بانڈز لینے والے کے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ قرعہ اندازی کے ذریعے مجھے اپنی اصل رقم سے زائد رقم مل جائے گی۔ بصورت دیگر کوئی شخص بھی انعامی بانڈ نہ خریدے۔ ۱۷

علامہ سعیدی نے اس دلیل کو سطحی قرار دیتے ہیں کہ انعامی بانڈز کا ہر خریدار حکماً اس شرط کے ساتھ بانڈ خرید رہا ہے کہ اس کو لازماً انعام ملے گا۔ کیونکہ حکومت ہر خریدار کو انعام نہیں دیتی نہ اس کا رواج ہے اور نہ عرف اور جو چیز عرف نہیں ہے وہ حکماً شرط بھی نہیں بن سکتی۔ جب کہ یہاں عرف یہ ہے کہ لاکھوں خریداروں میں سے چند خریداروں

کو انعام ملتا ہے۔ اور ہر امیدوار انعام کی امید میں بانڈ خرید تا ہے۔ اور انعام کی امید انعام کی شرط کے مترادف اور قائم مقام نہیں ہے۔ انعام کی امید رکھنے کے باوجود خریدار کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ اسے انعام مل جائے گا۔ پھر انعام ملنے کا بھی پتہ نہیں ہوتا کہ ان متعدد انعامات میں سے کون سا انعام ملنے والا ہے۔ کیونکہ خریدار کو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ انعام ملے گا یا نہیں اور یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کتنا ملے گا۔ اس لئے یہ عرف کس طرح ہو سکتا ہے۔۱۸

علامہ سعیدی انعامی بانڈ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے دلائل دیتے اور ربوٰ کی وضاحت کرتے ہیں کہ انعامی بانڈ، ربوٰاالفضل یا ربوٰاالنسئیہ میں سے کچھ نہیں۔

ربوٰاالنسئیہ اور پرائز بانڈز

ربوٰاالنسئیہ میں آئمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ جس قرض میں ایک معین مدت کے بعد اصل رقم سے زائد رقم لینے کی شرط رکھی جائے اور زائد رقم کی مقدار بھی معین ہو ربوٰاالنسئیہ ہے قبل از اسلام اسی قسم کے سود کا رواج تھا۔۱۹

ربا النسئیہ کی مزید وضاحت درج ذیل تعریفات سے کی جاتی ہے تاکہ اس کے سمجھنے میں کوئی ابہام نہ رہ جائے

☆ محمد ابو زہرہ مصری نے سود کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے

> ”ربا نسیئہ ہی سود ہے جس کی حرمت قرآن میں بیان ہوئی ہے یعنی یہ کہ قرض دہندہ مدت کے بالعوض اصل رقم کی واپسی میں اضافہ کر دے۔“۲۰

یعنی ربا نسیئہ میں مدت کا ہونا لازمی ہے جبکہ انعامی بانڈ میں کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔ یہ خریدنے والے کی مرضی ہے کہ وہ جب چاہے اسے اسی قیمت پر بیچ دے یا کئی سالوں تک اسی حالت میں اپنے پاس محفوظ رکھے

☆ عبد الرحمٰن الجزیری کے مطابق

> رباء نسیئہ (وہ زیادتی جو ادھار کے معاملہ میں ہو، یعنی سودی قرضہ) اس سے مراد وہ یک طرفہ زیادتی ہے، جو ادائیگی قیمت کے عوض میں ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے ایک بوری گندم موسم سرما میں اس شرط پر لی کہ موسم گرما میں ڈیڑھ بوری گندم اس کے عوض قیمت میں دی جائے گی۔ ایسی صورت میں نصف گندم بوری گندم کا اضافہ صرف اس مدت کے عوض ہے جو تاخیر سے ادائیگی قیمت میں لگی، اسی لیے اس کو ربائے نسیئہ یعنی وقفہ سے ادائیگی عوض کا سود یا سودی قرضہ کہا جاتا ہے۔۲۱

☆ ربوٰا الدیون کو فقہاء نے ربوٰا النسئیہ کا نام بھی دیا ہے کیونکہ الدیون (قبضہ) سے متعلق قرض کی ادائیگی میں اضافہ بوجہ انتظار وقت یا مدت ادائیگی لازم ہے۔۲۲

☆ مولانا مودودی کے مطابق راس المال پر جو زائد رقم مدت کے مقابلہ میں شرط اور تعیین کے ساتھ لی جائے وہ" سود" ہے راس المال پر اضافہ، اضافہ کی تعیین مدت کے لحاظ سے کیے جانا، اور معاملہ میں اس کا مشروط ہونا، یہ تین اجزائے ترکیبی ہیں جن سے سود بنتا ہے اور ہر وہ معاملۂ قرض جس میں یہ تینوں اجزاء پائے جاتے ہوں ایک سودی معاملہ ہے۔۲۳

درج بالا تعریفات کی روشنی میں اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ سود میں مقررہ شرح اور مقررہ مدت کو خاص اہمیت حاصل ہے مولانا مودودی نے بھی سود کے اجزائے ترکیبی بتائے ہیں اس کے لحاظ سے بھی مدت ایک اہم اجزائے ترکیبی ہے۔ جبکہ انعامی بانڈ مدت سے آزاد ہے اس کو خریدنے والا ہمیشہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور چاہے تو بغیر کسی کمی یا زیادتی کے آگے بیچ سکتا ہے۔

انعامی بانڈ اور ربوٰا الفضل:۔

انعامی بانڈ ربوٰا الفضل اس لئے نہیں ہو سکتا کہ

☆ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ربوٰا الفضل کی حرمت کی علت جنس میں اتحاد اور قدرِ معروف {کیل یا وزن} میں زیادتی ہے۔

☆ امام شافعیؒ کے نزدیک ربوٰا الفضل میں حرمت کی علت طعم و ثمنیت ہے۔{سونا چاندی یا کھانے پینے کی اشیاء}

☆ امام مالکؒ کے نزدیک ربوٰا الفضل کی حرمت کی علت غذائیت والی اشیاء یا قابل ذخیرہ چیزیں ہیں۔

☆ احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ربوٰا الفضل کی حرمت کی علت ناپ تول ہے۔۲۴

علامہ سعیدی نے ان دلائل سے واضح کیا کہ پرائز بانڈز میں ربوٰا الفضل اسی صورت میں ہو گا اگر بانڈز کی بانڈز کے عوض زیادتی کے ساتھ ہو۔ علامہ سعیدی کے مطابق یہ صرف عقد بیع ہے۔ یہاں کسی سود یا قمار کا کوئی شائبہ نہیں ہے البتہ کسی کو یہ خدشہ ہو کہ بانڈز کی خریداری سے جو حکومت کو پیسہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ تمام خریداروں میں تقسیم کرنا چاہئے صرف چند خریداروں میں قرعہ اندازی کے ذریعہ انعامات تقسیم کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ لیکن یہ خدشہ اس لئے ساقط ہے کہ خریداروں نے حکومت کے ساتھ کوئی عقد شراکت نہیں کیا انہوں نے صرف بانڈز کا عقد کیا ہے۔ اور یہ انعام کی رقم حکومت ترغیب اور تشویق کی خاطر محض تبرعاً انعامات کی تقسیم کرتی ہے۔۲۵

علامہ سعیدی کے مطابق پرائز بانڈ ایک بیع ہے اگر اسے قرض مان بھی لیا جائے تو آپ ﷺ کی زندگی سے ہمیں قرض کی ادائیگی کے بعد اپنی مرضی سے زائد رقم دینے کی مثال بھی ملتی ہے۔

قرض کی ادائیگی کے بعد زائد رقم

علامہ سعیدی نے امام بخاری کی احادیث سے بھی اس کی وضاحت کرنے کی کوشش ہے کہ اگر قرض کی واپسی پر اپنی مرضی سے اضافی رقم دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ مسجد میں تھے۔ مسعر نے کہا میرا خیال ہے کہ محارب نے چاشت کا وقت بتایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھو' میرا نبی کریم ﷺ پر کچھ قرض تھا۔ جسے آپ ﷺ ادا کیا اور اصل رقم سے مجھ کو زیادہ دیا۔٢٦

درج بالا بحث میں علامہ سعیدی نے اپنے نظریے کو مدلل طریقے سے واضح کیا اور پرائز بانڈ میں سود کے شبہ کو دلائل سے ردّ کیا۔ کچھ علمائے کرام کے نزدیک پرائز بانڈ میں قمار کا شبہ پایا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں علامہ سعیدی کا کیا نظریہ ہے یہ جاننے سے پہلے مختصر طور پر یہ جاننا ضروری ہے کہ قمار کیا ہے؟

قمار:

☆ قمار انگریزی زبان کے لفظ Gambling کا ترجمہ ہے جس کے معنی ہیں وہ بازی جو شرط لگا کر کھیلی جائے۔ یعنی قمار کا مطلب ہے جواء۔ قرآن پاک میں قمار کے لیے" میسر" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ میسر کا اطلاق ان کھیلوں یا ان کاموں پر ہوتا ہے جن میں اتفاقی امور کو کمائی اور قسمت آزمائی اور تقسیم اموال و اشیاء کا ذریعہ بنایا جائے۔ "اَلْمَیسِرُ (قما بازی) یہ بھی یُسرٌ سے مشتق ہے (کیونکہ قمار بازی میں بھی بلا تکلف مال حاصل ہو جاتا ہے۔"٢٧

☆ قمار ایک سے زائد فریقوں کے درمیان ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں ہر فریق نے کسی غیر یقینی واقعے کی بنیاد پر اپنا کوئی مال (یا تو فوری ادائیگی کر کے یا ادائیگی کا وعدہ کر کے) اس طرح داؤ پر لگایا ہو کہ وہ مال بلا معاوضہ دوسرے فریق کے پاس چلا جائے یا دوسرے فریق کا مال پہلے فریق کے پاس بلا معاوضہ آجائے۔٢٨

☆ جواء کھیلنے والے کو جواری یا قمار باز کہتے ہیں اور انگریزی میں قمار باز کو Gambler (گیمبلر) کہا جاتا ہے۔ جوئے کی قسم کے وہ سارے کھیل اور کام جن میں اشیاء کی تقسیم کا مدار حقوق اور خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کی بجائے محض کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے۔٢٩

☆ "قمار اس کو کہتے ہیں جس میں سارا مال ہاتھ سے نکل جاتا ہے یا سارا اس (شخص) کو مل جائے۔"٣٠

قمار کی نمایاں اقسام:

۱) جس میں ایک فریق یقینی طور پر کوئی ادائیگی کرنے کا پابند نہیں ہوتا بلکہ ہر فریق کی طرف سے ادائیگی کسی غیر یقینی واقعے پر موقوف ہوتی ہے۔ مثلاً الف اور ب کے درمیان کوئی ریس یا مقابلہ ہوتا ہے اور دونوں ابتداء ہی سے معاہدہ کر لیتے ہیں کہ جو فریق ہار گیا وہ جیتنے والے فریق کو مثلاً ایک ہزار روپے ادا کرے گا۔[۳۱]

۲) قمار کی دوسری قسم وہ ہے جس میں ایک فریق کی طرف سے ادائیگی معین اور یقینی ہوتی ہے اور دوسری طرف سے غیر یقینی۔[۳۲] علامہ سعیدی نے پرائز بانڈز کی بیع کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے انعام کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ علامہ سعیدی نے اس مؤقف پر ٹھوس دلائل دیے ہیں۔ دلائل کے طور پر علامہ ابن نجیم کا قول درج کیا ہے

> "قمار کو قمار اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک کا مال دوسرے کو یا دوسرے کا مال پہلے کو مل جاتا ہے اور یہ چیز نصاً حرام ہے۔"[۳۳]

انعامی بانڈ کو قمار قرار دینے والوں کا ردّ:

مولانا مودودی کے مطابق یہ ناجائز ہیں اور اس کی روح میں قمار ہے۔[۳۴] علمائے دیوبند کا فتویٰ بھی اس ضمن میں موجود ہے جو اس کی حرمت کے قائل ہیں۔

> انعامی بانڈ کے نام سے جو انعام دیا جاتا ہے۔ وہ قمار {جوے} کی ایک شکل ہے اس لئے اس انعام سے ملنے والی رقم حرام ہے' اور اس کا استعمال ناجائز ہے۔ بینک جب انعامی بونڈ کی سیریز نکالتا ہے تو اس سیریز کے ذریعے جو رقم عوام سے کھینچتا ہے اس کو سودی قرض پر دے دیتا ہے اور پھر قرض دار سے سود وصول کر کے کچھ اپنے پاس رکھتا ہے اور کچھ قرعہ اندازی {لاٹری} کے ذریعے {جو قمار کی ایک شکل ہے} انعامی بونڈ خریدنے والوں پر تقسیم کرتا ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ بینک اس پیسے کو جائز کاروبار میں لگاتا ہے تو تجارتی اور شرعی اصولوں کے مطابق پاٹنر شپ کے کاروبار میں جب نفع ہو تو اس نفع میں سے ہر شریک کو اسی تناسب سے حصہ ملنا چاہیے۔ جتنا اس نے روپیہ لگایا ہے جبکہ بینک نفع کی تقسیم قرعہ اندازی {لاٹری} کے ذریعے کرتا ہے۔ جس سے بہت سے لوگوں کے ساتھ ناانصافی ہونا یقنی بات ہے لہٰذا انعامی بانڈ کی رقم ہر اعتبار سے حرام ہے اور یہ در حقیقت سود اور جوئے دونوں کا مرکب ہے۔[۳۵]

انعامات والے بانڈز حرام ہیں کہ ان کی حیثیت ایسے قرض کی ہے جن میں مجموعی طور پر قرض خواہوں کے لیے یا ان میں سے غیر متعین طور پر بعضوں کے لئے نفع یا زیادتی مشروط ہوتی ہے، اور اس کے علاوہ اس میں قمار کا شبہ پایا جاتا ہے۔[٣٦]

دلائل کی روشنی میں علامہ سعیدی نے وضاحت کی ہے کہ انعامی بانڈ میں ان چیزوں سے کوئی چیز موجود نہیں کہ کوئی کسی کا مال ہڑپ ہوتا ہے نہ دل شکنی ہوتی ہے۔ جو بانڈ خرید تا ہے انعام نہ ملنے کی صورت میں وہ رقم جوں کی توں ہی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ شریعت اسلامی میں انعام اور قرعہ اندازی جائز ہے۔[٣٧]

علامہ سعیدی نے اس مؤقف کو بھی ردّ کیا کہ انعامی بانڈ میں قمار کی روح ہے اور اپنی دلیل سے واضح کیا کہ قمار کے لئے شرط لازم ہے۔ یہاں نہ تو بانڈز کی خریداری کے لئے کوئی شرط ہے نہ فروخت کے لئے خریدار جتنے روپے کا بانڈ خرید تا ہے اتنے کا ہی بیچ دیتا ہے۔ اور حکومت انعام محض ترغیب کے لئے دیتی ہے۔ جیسے بعض کمپنیاں خریداری پر ڈائری اور کیلنڈر دیتی ہے۔[٣٨]

اس بات کا اعتراف مفتی تقی عثمانی نے بھی ان الفاظ میں کیا ہے کہ اتنی بات جان لینی چاہیے کہ قمار اس وقت ہوتا ہے جب ایک طرف سے ادائیگی یقینی ہو اور دوسری طرف محتمل ہو۔ لیکن جہاں دونوں طرف سے ادائیگی متعین ہو اور پھر کوئی فریق کہے کہ قرعہ اندازی کروں گا۔ اس میں جس کا نام نکل آئے گا اس کو انعام دوں گا تو یہ قمار نہیں ہے۔[٣٩]

قمار کی مزید وضاحت کے لیے میں مفتی تقی عثمانی کا نظریہ درج ذیل ہے۔

۱۔ اگر کوئی شخص کسی ٹکٹ کی خریداری اور معاوضے کے بغیر کچھ لوگوں میں رضاکارانہ طور پر کچھ محدود انعامات تقسیم کرنا چاہتا ہو اور صرف اس لیے قرعہ اندازی کر رہا ہو تاکہ بہت سے لوگوں میں سے کچھ لوگ انعام کے لیے متعین کیے جا سکیں اور قرعہ اندازی میں حصہ لینے والون کو کوئی ادائیگی نہ کرنی پڑے تو یہ قرعہ اندازی لاٹری ہے قمار نہیں۔

۲۔ بہت سے تاجر اپنی مصنوعات یا مالِ تجارت کے فروغ کے لیے کوپنوں یا خالی ڈبوں وغیرہ کے نمبروں کی بنیاد پر قرعہ اندازی کے ذریعے جو انعامات تقسیم کرتے ہیں ان کو ہر حالت میں قمار نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خریداروں سے ان مصنوعات کی وہی بازاری قیمت طلب کی گئی ہے جو انعامی اسکیم کے بغیر طلب کی جاتی تھی تو اس قسم کا انعام قمار نہیں ہے مثلاً ایک چائے کے ڈبے کی عام بازاری قیمت تیس روپے ہے اور انعامی اسکیم کے تحت بھی اس ڈبے کی قیمت تیس روپے ہی ہو لیکن ساتھ اعلان کر دیا جائے کہ جس ڈبے سے کوپن بر آمد ہو گا اسے انعام ملے گا تو یہ قمار نہیں کیونکہ صارف کو اضافی روپے خرچ نہیں کرنے پڑے۔[٤٠]

درج بالا بیان کو اگر دیکھا جائے تو خود مفتی تقی عثمانی نے لاٹری کی جائز صورتوں سے انعامی بانڈ کی وضاحت کر دی اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو انعامی بانڈ میں بھی کوئی اضافی رقم وصول نہیں کی جاتی اور اس کی (Face Value) وہی رہتی ہے۔اور دوسری بات یہ کہ حکومت اضافی معاوضے کے بغیر انعام تقسیم کرتی ہے۔

علامہ سعیدی کے نظریات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہوتی نظر آتی ہے کہ پرائز بانڈ کا خریدنا اور اس کی انعامی رقم جائز ہے۔اس بارے بہت سے علماء کی بھی یہی رائے ہے۔اس سلسہ میں چند فتاویٰ پیش کیے جاتے ہیں۔

پرائز بانڈ سے متعلق فتاویٰ:

☆ مفتی عبد القیوم ہزاروی' کے درج ذیل فتویٰ میں پرائز بانڈ کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

> "حکومت اپنی مختلف پیداواری یا غیر پیداواری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے عوام سے پیسہ قرض لیتی ہے۔ بعض سکیموں میں متعین منافع دیتی ہے۔ انعامی بانڈز وہ تمسکات ہیں جن کے ذریعے حکومت لوگوں سے روپیہ وصول کرتی ہے اور دینے والوں کو ترغیب کی خاطر اس مال کو تجارتی و صنعتی مقاصد میں لگاتی اور منافع کماتی ہے۔ کھاتے داروں کی دلجوئی اور ترغیب کی خاطر حاصل ہونے والے منافع میں سے انتظامی اخراجات منہا کر کے باقی کی کچھ رقم قرعہ اندازی کے ذریعے کھاتے داروں میں تقسیم کر دیتی ہے کسی کو ملتا ہے کسی کو نہیں ملتا۔البتہ اصل زر محفوظ رہتا ہے۔ پر چند کہ اس صورت میں قباحت ہے کہ بعض کھاتے دار منافع سے محروم اور بعض متمتع ہوتے ہیں۔ جبکہ سرمایہ سب کا لگا ہوا ہے۔ تاہم اس خرابی کے باعث چونکہ یہ جوا یا سود نہیں لہٰذا جائز ہے۔" ۴۱

☆ جاوید احمد غامدی کے نزیک اگر انعامی رقم وہی سود ہے جو سب افراد کو کسی شرح سے تقسیم کرنے کے بجائے چند افراد کو قرعہ اندازی کے ذریعے دیا جاتا ہے تو پرائز بانڈ جائز نہیں لیکن اگر یہ رقم نئے پرائز بانڈ کے اجراء سے حاصل کی جاتی ہے تو یہ حلال ہیں۔ ۴۲

☆ علمائے جامعہ نعیمیہ نے بھی پرائز بانڈ کو اور اسکی انعامی رقم کو جائز قرار دیا ہے۔ ۴۳

☆ اس لیے اس بحث کے نتیجہ میں منیب الرحمن کا فتویٰ درج کیا جا رہا ہے۔

> "انعامی بانڈ{Prize Bond} کی خرید و فروخت اور ان پر ملنے والا انعام جائز ہے' بانڈ پر درج قیمت{ Face Value} پر خرید و فروخت میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اس کی انعامی رقم کے پر علماء کا اختلاف ہے' ہمارے علماء اہلسنت و جماعت کے نزدیک یہ انعامی رقم لینا جائز

ہے۔اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔۔۔۔یہ اختلاف فقہی دلائل کی بنیاد پر ہے' یہ مسلکی نوعیت کا' اصولی یا اعتقادی اختلاف نہیں ہے۔دورِ حاضر کے ایسے مسائل جو" مجتہد فیہ" ہیں یعنی جس پر اس عہد کے اہل فتویٰ اور اہل علم نے دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواز یا عدم جواز کا حکم لگانا ہوتا ہے' اور علماء کی فقہی آراء ان بارے میں مختلف ہوتی ہے تو ایسی صورت میں عامۃ المسلمین کو میرا مشورہ یہ ہوتا ہے کہ جن علماء کی فقاہت اور اجتہادی اہلیت پر انہیں زیادہ اعتماد ہو ان کی رائے پر عمل کر لیا کریں لیکن یہ ترجیح دیانت کی بنیاد پر ہو محض اتباعِ نفس میں نہ ہو۔"۴۴

یہ بات تو واضح ہو چکی کہ پرائز بانڈ خریدنا اور اس کی انعامی رقم جائز ہے لیکن اس کا ایک اور پہلو بھی ہے جس کے تحت انعامی بانڈ کے متعلق ہونے والے کاروبار کو تمام علماء وفقہاء کرام نے متفقہ طور پر ناجائز اور جواء قرار دیا ہے۔

انعامی بانڈ کی متفقہ ناجائز صورتیں:

اسٹیٹ بنک کسی بھی مالیت کے پرائز بانڈ کی قرعہ اندازی ہونے سے تین ماہ پہلے اس مالیت کے پرائز بانڈ کی فروخت بند کر دیتی ہے لیکن کچھ لوگ انعام کے لالچ میں اس مالیت کے پرائز بانڈ کو کسی ڈیلر سے مہنگے داموں خرید لیتے ہیں اس طرح خریدے گئے پرائز بانڈ بھی ناجائز قرار پائے گئے ہیں۔

آج کل بازار میں انعامی بانڈ کی فروخت اس کے جائز طریقہ سے ہٹ کر بھی کی جارہی ہے لوگوں کو انعام کے لالچ میں جوئے کا گھناؤنا کھیل کھیلا جارہا ہے۔اس کے مختلف طریقے ہیں ایک طریقہ جسے پرچی کا بانڈ کہا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک پرائز بانڈ کی فوٹو کاپی یا ایک پرچی پر اس پرائز بانڈ کا نمبر لکھ کر چند لوگوں بیچ دیا جاتا ہے اور انعام نکلنے کی صورت میں مقرر کردہ شرح سے ان تمام لوگوں میں رقم بانٹ دی جاتی ہے۔انعام نہ نکلنے کی صورت میں تمام لوگ دی گئی قیمت کے حقدار نہیں رہتے یعنی انھیں اس دی گئی رقم سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔

ایک اور متفقہ ناجائز طریقہ نمبرز کا جواء یہ ہے کہ مختلف لوگ صفر سے نو تک کے ہندسے میں سے کوئی ایک ہندسہ چُن لیتے ہیں کہ انعام والے پرائز بانڈ کے نمبر کا پہلا ہندسہ یہ ہوگا (اسے ان کی زبان میں صفحہ کہا جاتا ہے)۔اگر پہلے دو ہندسوں کا انتخاب کریں تو اسے آکڑہ اور اگر پہلے تین ہندسوں کا انتخاب کریں تو اسے نمبر بولا جاتا ہے الغرض جس کا انتخاب شدہ نمبر کا انعام نکل آئے اسے مقررہ رقم دے دی جاتی ہے اور باقی لوگ ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔درج بالا تمام طریقہ کو فقہاء اور علمائے کرام نے ناجائز قرار دیا ہے۔

نتیجہ بحث:

بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ انعامی بانڈ میں قمار اور ربو کا جو شبہ پایا جاتا ہے علامہ سعیدی نے اسے ردّ کیا ہے۔ علامہ کے مطابق اس میں سود نہیں ہے کیونکہ انعامی بانڈ کی واپسی کے لیے کوئی خاص مدت بھی مقرر نہیں ہے اور خریدار جب چاہے اسے بیچے یا جب تک چاہے اسے اپنے پاس رکھے اس پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔ جبکہ سود کی واضح شرط اس کی واپسی کی معیاد اور خاص شرح سے اضافی رقم دینا ہے۔ اور قمار اس لیے نہیں ہے کہ انعامی بانڈ خریدتے وقت کوئی اضافی رقم خرچ نہیں کی جاتی اس کا انعام قرعہ اندازی کے ذریعہ محض تبرعاً دیا جاتا ہے۔ قمار کی واضح شرط یہی ہے کہ ایک بندے سے سارا مال دوسرے کی جھولی میں آگرتا ہے جبکہ پرائز بانڈ میں سب کا پیسہ ان کے پاس رہتا ہے بس چند لوگوں کو قرعہ اندازی کے ذریعے انعام دیا جاتا ہے جس سے کسی دوسرے کا نقصان نہیں ہوتا۔

علامہ سعیدی نے اپنے نظریہ کو صحیح کے اثبات کے لیے بہت ہی مدلل بحث کی۔ جن علماء نے قمار اور ربوٰ کی بات کی ان کے دلائل کو مظبوط دلائل سے ردّ کیا اور اپنے نظریہ کی وضاحت کی۔ اس پوری بحث سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ پرائز بانڈ کی خریداری کے وقت اس کی اصل قیمت کے برابر ہی رقم دی جائے ورنہ جائز کو ناجائز ہونے میں ذرا وقت نہ لگے گا۔

انعامی بانڈ میں سود اور قمار کے شبہ کو دور کرنے کے لیے حکومت کا کردار یہ ہونا چاہیئے کہ وہ جید علماء کا ایک بورڈ تشکیل دے جو اس کی شرعی حیثیت کو واضح کرے اور اس کے شکوک وشبہات کو دور کرے۔

حواشی وحوالہ جات

۱ــ www.sbp.org.pk/Museum/prizebond.htm

۲ــ سعیدی، غلام رسول، علامہ، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۰۳ء، ج ۴، ص ۱۱۴۔

۳ــ سعیدی، غلام رسول، علامہ، نعمۃ الباری، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۱۰ء، ج ۴، ص ۶۱۹

۴ــ الرازی، فخر الدین، تفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب ، دار لفکر لطباعۃ، لبنان، بیروت، طباعت ۱۴۰۱ھ، ۹۸۱، ج ۷، ص ۹۲۔

۵ــ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۳۴۶۔

۶ــ القری، محمد علی، ڈاکٹر، بینک کا سود اقتصادی اور شرعی نقطہ نظر، ترجمہ عتیق الظفر، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص ۱۹۔۲۰

۷ــ مودودی، ابو الاعلیٰ، رسائل ومسائل، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، لاہور، ج ۳، ص ۳۳۵

۸ــ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، طبع الثامن جنوری ۲۰۰۹ء، ج ۵، ص ۱۳۷۔

۹ــ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۱۹

۱۰ــ عثمانی، محمد تقی، انعام الباری دروس صحیح البخاری، مکتبہ الحراء، کورنگی، کراچی، ج ۶، ص ۲۷۷۔

۱۱ــ سعیدی، غلام رسول، نعمۃ الباری، ج ۴، ص ۱۲۷۔

۱۲ــ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۱۸۔

۱۳ــ بریلوی، محمد احمد رضا خان، بلاسود بینکاری کا شرعی طریق کار، نوری کتب خانہ، لاہور، ص ۲۱۔

۱۴ــ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات، لاہور، ج ۴، ص ۸۰۔

۱۵ــ www.onlinefatawa.com/fatwa/view.sen/36474

۱۶ــ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۲۵

۱۷ــ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۱۳

۱۸ــ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۱۸

۱۹ــ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۱۶۔

۲۰ــ مصری، محمد ابو زہرہ، سود کی حرمت کے بارے میں چند مباحث، مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، س۔ن۔م، ص ۲۵۔

۲۱۔ الجزیری، عبدالرحمٰن، کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، ترجمہ منور احسن عباسی، علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب، ۲۰۱۳ء، ج۲، ص۳۲۸۔۳۲۹

۲۲۔ قاسمی، مجاہد الاسلام، جدید فقہی مباحث (کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت، بینک انٹرسٹ و سودی لین دین، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص۲۰۲

۲۳۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سود، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور، مئی اور نومبر ۱۹۹۷ء، ص۱۱۱

۲۴۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم' ج۴، ص۱۱۵۔

۲۵۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم' ج۴، ص۱۱۵۔

۲۶۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری' حدیث ۴۴۳

۲۷۔ اصفہانی، امام راغب، مفردات القرآن، ترجمہ: مولانا محمد عبدہ فیروز پوری، اسلامی اکادمی الفضل مارکیٹ، لاہور۔، ج۶۱۸،۲۔

۲۸۔ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ج۳، ص۳۵۸

۲۹۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القران، لاہور، مئی ۲۰۰۵ء۔ ج۱، سورۃ المائدہ، ص۴۴۲۔

۳۰۔ الرازی، فخر الدین، تفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب، ج۶' ص۴۹۔

۳۱۔ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ج۳، ص۳۵۸۔

۳۲۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج۵، ص۸۴۵۔

۳۳۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن' ج ۵ ص ۱۷

۳۴۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، رسائل و مسائل، اسلامک پبلیکیشنز ج۳، ص۳۳۶

۳۵۔ www.dorulifta-deobond.com/home/ur/interest.insurance

۳۶۔ محمد فہیم اختر ندوی (مترجم)، انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ایفا پبلیکیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی، ایڈیشن دوئم، ۲۰۱۲ء، قرارداد نمبر: ۶۰ (۲/۱۱)، ص۱۹۸

۳۷۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن' ج ۵ ص ۱۸ے

۳۸۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم ج۴، ص۱۲۵

۳۹۔ عثمانی، محمد تقی، انعام الباری، ج۶، ص۲۷۵

۴۰۔ عثمانی، محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ج۳، ص۳۵۸۔۳۵۷

۴۱۔ www.thefatwa.com/urdu/question/1211

۴۲ javedahmadghamidi.com/books/view/prize-bond

۴۳ ماخوذ از فتویٰ مفتی محمد عمران حنفی، ۲۶ اپریل ۲۰۱۸ء، دارالافتاء جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور۔

۴۴ منیب الرحمن، مفتی، تفہیم المسائلؒ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، کراچی، فروری ۲۰۱۰ء، ج ۴، ص ۴۳۴۔۴۳۵